ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم

نظریاتی تعلیم

ماہرینِ تعلیم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تعلیم انسانی شخصیت کے فروغ و ارتقاء کا ذریعہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس ارتقاء کی صورت کیا ہوتی ہے اور انسان کی مکمل شخصیت سے کیا مراد ہے؟ آیئے ان سوالوں کے جواب معلوم کرنے کی کوشش کریں۔

یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ تعلیم سے ہر فرد کی شخصیت ایک ہی صورت میں ترقی پذیر نہیں ہوتی۔ جس طرح دنیا میں جانداروں کی اتنی ہی جسمانی شکلیں ہیں جتنی ان کی قسمیں، بعینہٖ انسانی شخصیت کی اسی قدر صورتیں ہیں جس قدر دُنیا میں معاشرے اور اقوام موجود ہیں۔ بڑے بوڑھے اپنے بچوں کو پہلے گھر پر پڑھاتے ہیں، بعدازاں قومی سکولوں اور کالجوں میں بھیجتے ہیں۔ اس طرح بچوں میں شخصیت کا ایک مشترک نمونہ جنم لیتا ہے۔ یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا ہے جس طرح جانداروں کی ایک قسم نامیاتی اجسام کی نئی نسلیں پیدا کرکے اپنا وجود قائم رکھتی ہے اسی طرح ایک قوم افراد کی نسلوں کے ذریعے زندہ رہتی ہے۔ یہ نسلیں انسانی شخصیت کی مشترک نفسیاتی صورت کو دہراتی رہتی ہیں۔

قوم ایسے ہم خیال افراد کے مجموعہ کا نام ہے جو زندگی کا مشترک نصب العین یا نظریہ رکھتے ہوں۔ یہ نظریہ انہیں بتاتا ہے کہ کس بات پر یقین کیا جائے اور کس پر نہیں، کونسا کام کیا جائے اور کون سا نہیں۔ قوم کے تمام افراد سچ اور جھوٹ، جائز اور ناجائز، اچھے اور بُرے، خوبصورتی اور بدصورتی کو ایک ہی پیمانے سے ناپتے ہیں۔ یعنی ان صداقتوں کے متعلق مشترک نظریہ اور نقطۂ نظر رکھتے ہیں۔ کیونکہ کسی قوم کا نظریۂ حیات ہی ایسی قوت ہوتی ہے جس کی محبت انہیں متحد کرتی ہے، انہیں قومی وجود بخشتی ہے اور بحیثیتِ قوم زندہ رکھتی ہے۔ مقصدِ حیات قوم کی اہم ترین متاع ہے، ایک قوم جتنی زیادہ اپنے نظریہ پر جان چھڑکتی ہے، اسی قدر وہ مضبوط و متحد ہوتی ہے۔

قومی نصب العین کو سمجھنے اور اسے عملی زندگی میں اپنانے کے لئے قوم کے ہر فرد کو حقائق کے متعلق ایک خاص نوعیت کا علم حاصل کرنا پڑتا ہے۔ جس سے اس کے ذہن، عادات و اطوار، خواہشات، مرغوبات و میلانات معیارات و اقدار، عزائم و توقعات، محرکات و جذبات، عقائد و خیالات اور اغراض و مقاصد میں قومی نظریہ سے مطابقت و ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔ قومی نصب العین وہ مرکز ہے جس کے گرد قوم کے فرد کا نفسیاتی نظام پروان چڑھتا ہے اور تعلیم وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے معاشرے کی ہر نسل اپنی آئندہ نسل کے لئے یہ نفسیاتی سامان چھوڑ جاتی ہے۔

لہٰذا یہ سوال کہ آیا خاص عقائد و نظریات کو براہ راست یا بالواسطہ ذہن پر نقش کرنا اچھا ہے یا بُرا، خارج از بحث ہے۔ چونکہ نظام تعلیم انسان میں وہ مخصوص علم و عرفان، عقائد، خیالات اور عادات و اطوار پیدا کرتا ہے جو ایک خاص نظریہ یا نصب العین سے ہم آہنگ ہوں۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم کی غرض و غایت نظریات کو ذہن نشین کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس سادہ سی حقیقت سے کون آگاہ نہیں کہ جب کسی خاص نظریاتی برادری یا قوم میں بچہ جنم لیتا ہے تو قوم اس کی تعلیم و تربیت کے ایسے خطوط متعین کردیتی ہے جن پر چل کر وہ کسی طرح بھی اپنے آباؤ اجداد کے عقائد و خیالات اور عادات و اطوار سے انحراف نہ کرنے پائے۔

ایک طالب علم کو نام نہاد درسی آزادی صرف ان تعلیمی اداروں میں میسّر آسکتی ہے جو کسی نظریاتی قوم کے زیر اہتمام چل رہے ہوں۔ ان اداروں میں ایک استاد دعویٰ تو کرسکتا ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے سامنے ہر مسئلہ کے تمام پہلو غیر جانبداری سے پیش کرتا ہے اور انہیں آزادانہ انداز میں سوچنے اور نتائج اخذ کرنے کی اجازت دیتا ہے، لیکن اس کی انسانی جبلّت اسے ایسا کرنے نہیں دیتی۔ کیونکہ جب وہ اپنے طلبہ کے سامنے کسی مسئلہ کے مختلف پہلو رکھتا ہے تو شعوری یا غیر شعوری طور پر اس کی کوشش ہوتی ہے کہ ایک خاص نکتۂ نظر کو، جو اس کا قومی نظریہ ہوتا ہے، دیگر تمام نظریات سے بڑھا چڑھا کر بیان کرے اور طلبہ میں اسے مقبول بنائے۔ ایک نظریاتی قوم کے فرد کی حیثیت سے اسے قومی نظریہ سے محبت کرنے اور اسے پھیلانے کی تعلیم دی گئی ہوتی ہے۔ یہ تعلیم اس کے دل و دماغ پر اس طرح حاوی ہوتی ہے کہ وہ نظریہ سے انحراف کرکے قوم کے غیظ و غضب، نفرت و حقارت اور ملامت سے برطرفی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ چنانچہ وہ استاد مجبور ہے کہ ہر مسئلہ پر بحث کرتے وقت اپنے قومی نقطۂ نظر کو دوسرے تمام نظریات پر ترجیح دے۔

استاد کا مثالی نصب العین اس کی اپنی ذات کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ اس وقت بھی جب کہ وہ معلم کا کردار ادا کر رہا ہو، شاگردوں کے سامنے کسی مسئلہ کے سارے گوشے پیش کرتے وقت وہ مجبور ہے کہ ان پر اپنے نظریہ کا رنگ چڑھائے۔ وہ جس غیر جانبداری کا دعویٰ کرتا ہے، دراصل وہ اس کے نصب العین کے مطابق مخصوص غیر جانبداری ہوتی ہے۔ اپنے شاگردوں کو وہ آزادی سے سوچنے کی اجازت اسی صورت میں دیتا ہے کہ ان کی سوچ قومی نظریہ کے مطابق ہو اور غور و فکر کے بعد وہ جن نتائج تک پہنچیں وہ قومی نقطۂ نظر کے خلاف نہ ہوں۔ بصورتِ دیگران کے اخذ کردہ نتائج اُستاد کی نظر میں آزادانہ سوچ کا نتیجہ نہیں ہوں گے۔ کیونکہ وہ اس بات کا قائل ہے کہ ایک طالب علم کو آزادی، غیر جانبداری اور درسی آزادی کی فضا میں سوچتے وقت وہی نتائج اخذ کرنے چاہئیں اور انہی خیالات کو دل میں جگہ دینی چاہیئے جو اس کے اپنے نظریہ کے مطابق ہوں۔ یہ استاد کبھی اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا کہ اس کے اپنے خیالات یک طرفہ اور متعصبانہ ہیں، حالانکہ اس کے خیالات کسی آزادانہ سوچ اور مختلف نظریات میں سے اچھے انتخاب کا نتیجہ نہیں ہوتے۔ ظاہر ہے جو استاد خود اپنی ذات کے ساتھ غیر جانبداری نہیں برت سکتا، وہ نظریات کے بارے میں کیسے غیر جانبدار ہو سکتا ہے۔

اگر کوئی استاد واقعی اس قابل ہے کہ اپنے شاگردوں کے سامنے غیر جانبداری سے کسی متنازعہ مسئلہ کے جملہ پہلو رکھ سکے تو سمجھ لو وہ اس نتیجہ پر خود نہیں پہنچا بلکہ کسی ذہنی بیماری کا شکار ہے۔ ایک خیال کو دوسرے سے بہتر سمجھنا یا ایک رائے کو دوسری پر ترجیح دینا ایک فطری اور ناگزیر عمل ہے۔ بحیثیت انسان وہ اپنے اندازِ فکر میں غیر جانبدار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس سے قطع نظر کہ وہ کیا کہتا ہے اور کیا پڑھاتا ہے، یہ ماننا پڑیگا کہ انسان ہونے کی حیثیت میں اس کے شاگرد بھی سوچ کے معاملے میں غیر جانبدار نہیں ہو سکتے۔ وہ ہر متنازعہ فیہ مسئلہ کے بارے میں آسانی سے اپنے استاد کی مخصوص رائے کو سمجھ لیتے ہیں اور اپنے نقطۂ نظر کو اسی کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔ گویا کسی یونیورسٹی میں پڑھنا اور پڑھانا ایک مخصوص نظریہ کی فکری فضا کے مطابق ہوتا ہے جو ذہن کو اس نظریہ کی حمایت میں تیار کرتا ہے۔ جو معلم اس نظریہ کی اچھائی اور برائی سے ناواقف ہو، وہ اپنے کام کا اہل نہیں ہو سکتا۔

تعلیمی آزادی کے بارے میں ہر نظریاتی قوم کا ایک نکتۂ نظر ہوتا ہے کہ اس آزادی کے ذریعے کن عقائد و خیالات کی طرف طلبہ کی رہنمائی کی جائے۔ کمیونسٹ معاشرہ کا خیال ہے کہ اگر طلبہ کو حقیقی آزادی میسّر ہو اور وہ سرمایہ داری کے مبلّغ استادوں کے زیرِ اثر نہ ہوں تو یقیناً سرمایہ دارانہ فلسفۂ حیات کو غلط جان کر ٹھکرا دیں گے۔ اس کے

برعکس جمہوریت پسند معاشرہ کی رائے ہے کہ اگر طلبہ کو آزادی سے سوچنے کا موقعہ دیا جائے تو وہ لازماً کمیونزم کی مذمت کریں گے اور اس سے منہ موڑلیں گے۔ ایسی صورت میں درسی آزادی کیا معنے رکھتی ہے؟

کسی قوم کے بڑے بوڑھے اپنی نوخیز نسل کو صرف ان خیالات و آراء کے متعلق آزادی سے سوچنے کا اختیار دے سکتے ہیں جنہیں وہ سمجھتے ہوں کہ زندگی میں ان کی زیادہ وقعت نہیں۔ جمہوریت پسندی کا دعویٰ کرنے والے بھی اس اصول سے مستثنےٰ نہیں۔ کیا اس حقیقت سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ جمہوری اقوام کے تعلیمی اداروں میں جمہوریت اور آزادی کے اسباق ذہن نشین کرائے جاتے ہیں۔ لیکن اساتذہ اور طلبہ کو کمیونسٹ بننے کی آزادی نہیں ہوتی۔ پس ایک نظریاتی قوم کے بوڑھے اپنی نئی نسل کو یہ ڈھیل نہیں دے سکتے کہ وہ موجودہ قومی نظریہ سے مطمئن نہ ہوں، تو اس سے بہتر نظریہ منتخب کرنے کے بارے میں سوچ بھی سکیں۔ جب آزادی کا تصور بھی اتنا آزاد نہیں کہ اپنا محاسبہ کر سکے اور یہ دیکھ سکے کہ کہیں اس کا دعویٰ بے معنی تو نہیں، پھر اور کسی نصب العین کی کیا وقعت ہو سکتی ہے۔

تمام نظریاتی اقوام، خواہ وہ جمہوریت پسند ہوں یا آمریت پسند، تعلیمی اداروں میں اپنی ثقافت کی تعلیم کا خاص اہتمام کرتی ہیں۔ مخالفانہ خیالات براہ راست یا بالواسطہ تنقید کے ذریعے جھٹلائے جاتے ہیں تاکہ بچوں کے ذہن پر اثر انداز نہ ہوں۔ چنانچہ ہر قوم کے نزدیک تعلیم کا آخری اور اہم ترین مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنی نئی پود کے ذہنوں میں قومی نظریہ پر یقین کو مستحکم کیا جائے۔ تعلیم ابتدا سے انتہا تک نظریاتی ہوتی ہے۔ اس لئے تعلیم یافتہ افراد کے لئے اپنے قومی نصب العین سے انحراف اسی طرح ناممکن ہوتا ہے، جیسے کسی نسل کے بالغ اپنی نوع کی مشترک جسمانی ساخت سے انحراف نہیں کر سکتے۔